© rasailojaraid.com

تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

لیکن استبداد اور خفیہ مشورے حکومت قائمہ کی ضد ہیں اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال کرنا ہمارے نزدیک تمام جاہلیت کے عوائد ہیں جو مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے کوئی چیز تعلیمات قرآن میں سے نہیں ہیں۔ ہم اس مقصد کو آیتِ شوریٰ کی تفسیر میں اچھی طرح واضح کر چکے ہیں یہاں صرف اس لیے اس کو پیش کیا ہے کہ لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ احکام اسلام جو قرآن میں تمام کے تمام فطری ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی مثالیں ہم نے ان اشارات میں پیش کیں ہیں۔

ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ یہ مرد اور عورت کی مثال ایک گھر کی سی ہے ایسی ہی حاکم و محکوم کی صفت اور شان ہے جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے مسلمان اہلِ علم کے نزدیک اس کا شمار

منکرا من القول وزورا

میں ہوگا ——— کیا ہم اس فطرت کی طرف جو ہمارے اذہان میں ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف منتقل ہونے کے وقت رجوع نہیں کرتے؟ اور عورتوں کو اپنے شوہروں کے انتخاب میں بلا سعی اور بلا مخفی و عددوں اور رایوں کے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے میں کیا کلام ہے۔

جب ہم ان دونوں مسئلوں کا ربط سمجھے تو ہم سمجھے کہ ہمارا یہ استنباط ایک دم پھینک دینے کے قابل تو نہیں ہے۔ حالانکہ جس امر کو ہم نے مستنبط کیا ہے اور دوسری آیتوں اور دوسری سورتوں سے ہم نے خوب واضح کر دیا ہے۔ اس کو وہی شخص بہ نظرِ غرابت دیکھے گا جو وجوب شوریٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا قائل نہیں ہے اگرچہ امام ابو جصاص نے اپنی کتاب "احکام" میں اچھی طرح اس کی تردید کردی ہے اور اس قدر اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے زیادہ اس کی وضاحت ہو نہیں سکتی۔ اور اس بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں ان کو پوری قوت سے رد کر دیا ہے اور اہل حل و عقد شوریٰ قرآن سے ثابت ہے لیکن لوگ اس پر غور و تدبر کرنے سے غفلت کر رہے ہیں۔ خصوصاً ان مسائل کے حکم میں۔

دوسرا مسئلہ

قولہٗ تعالیٰ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۲۳۶ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۲۳۷

خدا کا فرمان!

اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ تک نہ لگایا ہو نہ ان کا مہر ٹھہرایا ہو اس سے پہلے ان کو طلاق دیدو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہاں ایسی عورتوں کے ساتھ کچھ سلوک کردو مقدار والے پر اپنی حیثیت کے بقدر سلوک کرنا لازم ہے اور بے مقدور پر اس کی حیثیت کے بقدر اور سلوک جو کچھ بھی ہو دستور کے مطابق ہو۔ جن کا شیوہ احسان کرنے کا ہے ان پر ایسی عورتوں کا یہ بھی ایک طرح کا حق ہے اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے عورتوں کو [illegible] دیدو اور اس کا مہر ٹھہرا چکے ہو تو کچھ تم نے ٹھہرایا تھا۔ اس کا آدھا دینا ہوگا مگر یہ کہ عورتیں چھوڑ بیٹھیں یا مرد جس کے ہاتھ میں عقد نکاح کا جوڑے رکھنا یا توڑ دینا ہے وہ اپنا حق چھوڑ دیوے، یعنی پورا مہر دینے پر راضی ہو اور اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور آپس کی بڑائی کو مت بھولو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔

جب کسی عورت کو طلاق دیدی جائے تو احسان کرنے پر حق ہے کہ اس کا نان و نفقہ دیا کریں

اگر مرد نے عورت سے معاہدہ نکاح کا فائدہ نہیں اٹھایا تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ تمام مال جس کا اس نے عورت کو دینے کا وعدہ کیا ہے یا دیا ہے واپس لے لیوے بلکہ فقط نصف اسکو دیدے اور یہ رعایت قانون کی وجہ سے اور قانون ایک شخصیت ہے جس طرح قبیلہ ایک شخصیت ہے تو مصلحت کا اس میں اعتبار کرنا اولی و انسب ہے اور معاہدۂ نکاح درمیان میاں بیوی کے تقریب خاص کے لیے ہوا تھا۔ اور جب تقرب نہ ہو سکا اور دونوں میں نفرت طبعی ہو گئی اور قانون نے اس کو رد کر دیا، اور حکمت نے بھی اس سے منع کر دیا لیکن یہ دونوں اجتماعیہ مسلمہ کے فرد ہیں اور اس اجتماع کو حق تالیف حاصل ہے اور معاہدہ کی رُو سے حق تودد بھی حاصل ہے یہ حق اجتماعیہ سے زائد ہے پس جب فرض کیا گیا کہ معاہدہ باطل کر دیا گیا۔ تو اجتماعیہ کے یہ دونوں فرد ہیں اس کا ابطال تو ممکن نہیں ہے اور حق اجتماعیہ کی رعایت واجب و ضروری ہے اسی بناء پر حکم دیا گیا کہ مطلقات کو نان و نفقہ دیا کرو اور (۲۳۷) میں اس کا حکم ہے کہ لوگ مہر سے کم واپس لیا کریں اور عدم نسیان فضل جو ان کے درمیان تھا اس کا حکم اس قول خداوندی میں :

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۔ آپس کی بڑائی کو مت بھولو

یہ ہم نے کہا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے

جب وہ اجتماعیہ اسلامیہ اور اس کے لوازمات کرتے ہیں تو پھر یہ لوگ جمہوریہ کی تنظیم کریں ایسی جمہوریہ جس کے اندر تبدیل حکام بغیر قتال و جنگ ہو۔

لیکن جب اجتماعیہ اسلام ہی کو بھول جائیں اور ان میں جمعیتہ مرکزیہ قائم ہی نہ ہو یہاں ارباب حل و عقد موجود ہی نہیں ہیں۔ نہ کوئی مشورہ لینے والا ہے نہ مشورہ دینے والا تو یہ امر فضول ہو جائیگا

ایک دوسرا مسئلہ

حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ — مسلمانو! تمام نمازوں کا عموماً اور بیچ کی نماز کا

الْوُسْطٰى ۗ وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ ۲۳۸ — خصوصاً خیال رکھو اور نماز میں اللہ کے آگے ادب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۲۳۹

کھڑے رہو اور پھر اگر تم کو دشمن کا ڈر ہو اور ارکان نماز پورے پورے بجا نہ لا سکو تو پیدل یا سوار جس حالت میں ہو اور جیسی کرتے بن پڑے نماز ادا کر لو پھر جب تم مطمئن ہو جائے تو جس طرح تم کو اللہ نے سکھایا کہ تم پہلے نہیں جانتے تھے اسی طریقے سے اللہ کی یاد کرو۔

محافظت علی الصلوٰت یعنی نمازوں کی پابندی کا حکم تدبیر منزل کے وسط میں کیا گیا ہے اس سے ہم اخذ کرتے ہیں محافظت احکام تدبیر منزل فرض ہے جس طرح پانچ نمازوں کی محافظت فرض ہے تو جس طرح نماز اساس احساس اور اساس ذکر الٰہی ہے۔ اسی طرح احکام تدبیر منزل اساس تعلیم عدل اور تعلیم دولت و حکومت ہے اور فرضیت میں دونوں کا حکم مساوی ہے۔

قولہ تعالیٰ

خدا کا فرمان!

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۲۴۰ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۲۴۱

جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو اپنی بیویوں کے حق میں ایک برس تک سلوک یعنی نان و نفقہ اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر جائیں پھر اگر عورتیں از خود گھر سے نکل کھڑی ہوں تو جائز باتوں میں سے جو کچھ اپنے حق میں کریں اس کا تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے اور جن عورتوں کو طلاق دی جائے ان کے ساتھ مہر کے علاوہ بھی دستور کے مطابق جوڑے وغیرہ سے کچھ سلوک کرنا مناسب ہے کہ پرہیز گاروں پر ایک حق ہے۔

ان دو آیتوں میں احسان کا ذکر ہے ان عورتوں پر جن کے شوہر مر جائیں۔ اجتماع پر واجب ہے کہ جن کے شوہر مر جائیں ان کو ایک سال تک نہ نکالیں۔ ہاں اگر وہ اپنے آپ عدۃ پوری ہو جانے کے بعد نکل جائیں تو یہ جائز ہے شوہر کے گھر والے اسے مجبور نہ کریں۔

اور یہ ان کے نکاح کا حق ہے بلکہ اجتماعیہ پر حق ہے کیونکہ دونوں میاں بیوی قرابت دار ول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور قبیلے سے علیحدہ نہیں رہتے تھے بلکہ قرابت داروں اور قبیلے کا ایک عضو بن کر رہتے تھے اور اسی بنا پر قرآن حکیم نے اس سے پہلے کی آیتوں میں پانچ نمازوں کی محافظت کا حکم فرمایا جس میں اجتماعیہ کی رعایت کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن نے آنے والی آیتوں کے اندر اجتماعیہ کی رعایت کا حکم فرمایا ہے۔ پہلا حکم شوہروں کے لیے تھا۔ یہ حکم شوہروں کے اہل و عیال کے لیے ہے جو خالص اجتماعیہ ہی ہیں۔ اسی طرح مطلقہ عورتوں کے اتباع کو نان و نفقہ کا حکم فرمایا ہے لیکن اگر شوہر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو شوہر کے گھروالوں کا فرض ہے کہ وہ اس پر قائم رہیں اور اس پر عمل کریں۔

جب تدبیر منزل کا حکم اجتماعیۂ اسلامیہ کی رعایت کی وجہ سے ہے تو محافظت نماز کا حکم ہی رعایت اجتماعیۂ اسلامیہ کی وجہ سے ہے۔ اسی بنا پر اجتماعیۂ اسلامیہ تدبیر منزل کا موجب ہے تدبیر منزل اور محافظت نماز دونوں اس ایجاب میں برابر ہیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۲۴۲ اسی طرح اللہ تم لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان کی مصلحتوں کو سمجھو۔

کیا ہم صرف مثالوں پر اکتفا کریں یہ جائز ہے؟ ہم نے اپنی طاقت اور فہم کے مطابق ارباب اطلاع کے سامنے پیش کر دیا۔ اگر اہل علم اپنی اجتماعی کوشش سے کام لیں تو ممکن ہے ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے بہتر وہ پیش کر سکیں، انشاء اللہ۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان تدبر آیات میں تغافل برت رہے ہیں۔ واللہ الموفق۔

مصلحت ادارہ یہاں ختم ہوئی اور باب اجتماعیہ متوسطہ بھی ختم ہوا۔ اور باب کی ایک فصل باقی رہی اور وہ سلاطین اور بادشاہوں کا ذکر بموجب اجتماعیۂ اسلامیہ کے۔

امام ولی اللہؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ " باب ارتفاق میں فرماتے ہیں " ارتفاقات کی دو حدیں ہیں۔ پھر حد اول بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

" دوسری حد وہ ہے جس پر اہل حضر اور قوی عامرہ ہیں جو اقالیم صالحہ کے مستوجب ہیں ان میں ارباب اخلاق فاضلہ اور حکماء پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے مقامات میں کثیر اجتماعیت ہوتی ہے اور ضروریات و احتیاجات کا ازدحام، تجربات کی فراوانی ہوتی ہے۔ یہاں لوگوں کے لیے بڑے بڑے سنن اور طریقے مستنبط ہوتے جن طریقوں کو لوگ پچھلیوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پکڑ لیتے ہیں اس حد کی اعلیٰ جانب وہ ہے جس پر ملوک، سلاطین اور بادشاہ اور اہل رفاہیت کاملہ عمل کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس حکما اور بڑی بڑی امتیں آتی ہیں جن سے یہ سلاطین اور ملوک اور بادشاہ سنن صالحہ اور اصلاحی طریقے اخذ کرتے ہیں۔ اسی چیز کا نام ہم ارتفاق ثانی رکھتے ہیں[لہ]۔

میں کہتا ہوں ارتفاق ثانی کے بھی دو طرف ہیں ایک طرف اعلیٰ جس پر سلاطین و ملوک اور بادشاہ عمل کرتے ہیں اور طرف ادنیٰ جس پر وہ لوگ عمل کرتے ہیں۔ جو اہل حضارت اور قری عامرہ کے باشندے ہیں۔

ارتفاقات اپنی طبیعت سے عدل واجب کرتے ہیں اور طرف ادنیٰ اس کا متلزم ہے اس کو جس پر ملوک سلاطین اور بادشاہ عمل کرتے ہیں۔

اور ہم پہلے اہل حضر اور قری عامرہ جس پر عمل کریں اس سے فارغ ہو چکے ہیں۔

اور امام ولی اللہؒ نے اپنی کتاب "بدور البازغہ" کے اندر تصریح فرمائی ہے کہ اہل حجاز بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ارتفاق ثانی پر عمل کر رہے تھے جس پر ملوک و سلاطین عمل کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ بدو نہیں تھے۔

فصل

تمدن ناقص میں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کے قانون کا ایک رئیس و سردار ہوتا ہے

جو لوگ تمدن ناقص میں عمل و کام کرتے ہیں۔ مثلاً قری عامرہ اور متوسط درجے کے شہروں میں حسب ضرورت مصلحۃً کام کرتے تھے ان میں رضاعت اور کارخانے کا ایک رئیس و سردار ہوتا ہے جس کی رائے پر تمام کام کرتے ہیں یا یہ کہ اجتماع میں جو عقلمند ہوتے ہیں وہ رئیس ہوتے ہیں اور یہ اس کام کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

لہ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ صفحہ ۳۹ طبع بیروت مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب بدور البازغہ کے اندر لکھا ہے

ان لوگوں میں بسا اوقات ملوکیۃ قائم ہو جاتی ہے جبکہ یہ لوگ تقدم و پیشوائی کا قصد کریں۔

اور وہ آیتیں جن کی ہم نے تفسیر کی ہے آیت لیس البر (آیت ۲۴۲) تک تمام اس کا بیان تھا کہ اجتماعیۂ ناقصہ جو ام القری مکہ اور مدینہ میں موجود تھا۔ اس سے اجتماعیۂ ملوکیت پیدا ہوئی جو طرف ارتفاق ثانی کی تھی۔

خدا کا فرمان!	قولہٗ تعالیٰ
اے پیغمبر! کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں	اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
کی جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکل کھڑے ہوئے	مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ
اور وہ ہزاروں ہی تھے۔ پھر خدا نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ	الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ
اور وہ مر گئے پھر خدا نے ان کو جلا اٹھایا بے شک اللہ تو	مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ اِنَّ اللّٰہَ
لوگوں پر بڑا مہربان ہے لیکن اکثر لوگ اس کا شکر نہیں	لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ
کرتے، اور مسلمانو! خدا کی راہ میں خدا کے دشمنوں یعنی	اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ۲۴۳
کافروں سے لڑو اور جان لو کہ اللہ سب کی سنتا اور سب	وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْآ
کچھ جانتا ہے۔	اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۲۴۴

ان دونوں آیتوں میں قتال فی سبیل اللہ میں ثابت قدمی کے لیے ابھارا گیا ہے اور اس کے لیے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے مثل پیش آیا تھا، بنی اسرائیل موت سے بھاگے[1] تو انھیں ایک حادثہ پیش آیا کہ تمام کے تمام وہ مر گئے۔ یعنی ایسی موت نے ان کو آدبوچا جو صورتاً موت تھی۔ مثلاً سکتۂ قلب یا اس موت کے مثل جو قوت قہربائی کے سبب سے لاحق ہوتی ہے۔ جو

---

[1] ابن جزری کلبی اندلسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل جہاد فی سبیل اللہ سے بھاگے لیکن جب انھوں نے فی سبیل اللہ میں جہاد کیا اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حکم خداوندی کو کافی سمجھا تو موت سے ان کو نجات (اور ایک زندگی) مل گئی۔ واللہ اعلم۔ محمد نور مرشد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقی موت نہیں ہوتی۔ جب اس کو وقت پر دوا پہنچائی جاتی ہے اس کا علاج کیا جاتا ہے تو حیات و زندگی عود کر آتی ہے تو جب بنی اسرائیل کو قوت برقیہ پہنچی سب کے سب مر گئے ایسے وقت پر ایک نبی ان کے پاس پہنچے انھوں نے قوت مثالیہ کے ذریعہ اس کا علاج کیا تو اس کی تاثیر سے ان میں ان کی زندگی عود کر آئی۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ میت کو حیات جدید سے زندہ کر دے جس کے تمام اعضا بکھر جائیں اور ہزاروں سال اس پر گذر جائیں اس کو بھی زندہ کر سکتا ہے لیکن ایسا اسی وقت ہوتا ہے کہ کسی حکمت کا اقتضاء ہو اور اسباب موجبہ اس کے لیے موجود ہوں۔ لیکن تمام وقائع اور حادثات جو احیاء اموات کے ہوتے ہیں وہ اسی قسم کے ہوتے ہیں جن کی حیات و زندگی کلیتہً ان سے جدا نہیں ہوتی۔ زندگی پوری منقطع نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی زندگی اس قدر ضعیف و کمزور ہوتی ہے جس کا پتہ نہیں لگتا۔ رمق جان ان میں باقی رہتی ہے۔ جب ان کو اس عالت میں قوتِ مثالیہ کے ذریعہ مدد پہنچائی جائے تو وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جاتے ہیں۔

لیکن وہ احیاء موتی جن کے اعضاء اور جوڑ جوڑ جدا ہو گئے ہوں اور ہزاروں برس جن پر گذر گئے ہوں ان کا زندہ کرنا مثل تخلیق جدید ہے۔ اسی قسم کا احیاء مادہ اولیٰ ہی کا احیاء ہے جو حیاتِ اولیٰ کا تتمہ ہے۔ تو یہ احیاء موتی تو ہے لیکن تخلیق جدید نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا واقعہ قسم اول کا تھا نہ کہ قسم ثانی کا۔

جب یہ لوگ زندہ ہو گئے ان کو معلوم ہو گیا کہ جب انسان اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنی موت و حیات کو اللہ تعالیٰ کے لیے گردان لیتا ہے اور اس کی راہ میں اس کی مرضی کے موافق موت کی آرزو کرتا ہے اور ابدی موت نہیں مرتا۔ معدوم ہو جاتا ہے بلکہ اس کو اس کے عوض حیاتِ جدید عطا کرتا ہے جو پہلی زندگی سے اکمل ہوتی ہے اور اسی بنا پر بنی اسرائیل پر قتال و جنگ فی سبیل اللہ آسان ہو گئی۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
مَن ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ	کوئی ہے جو خدا کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے
قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا	کہ خدا اس کے قرض کو اس کے لیے کئی گناہ بڑھا دے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كَثِيرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۲۴۵

اور اللہ لوگوں کو تنگدست بھی کرتا ہے اور کشائش بھی دیتا ہے اور اس کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کے لیے زیادہ کیا گیا ہے کہ جب ایک امت ارتقاق اول کا تجربہ حاصل کر کے مستعد ہو جاتی ہے اور قتال و جنگ کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے اور اس راہ میں وہ انفاق کرتی ہے تو اس کے لیے ممکن اور آسان ہو جاتا ہے کہ وہ طرف اعلیٰ ارتفاق تک پہنچ جائے یعنی وہ امت اس قابل ہو جاتی ہے کہ اپنے لیے بادشاہت قائم کرلیں اس سے ان کا دائرہ ارتفاق وسیع ہو جاتا ہے۔

قَوْلُہٗ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۲۴۶

خدا کا فرمان!

اے پیغمبر! کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کی حالت پر نظر نہیں کی کہ ایک زمانے میں انھوں نے موسیٰ کے بعد اپنے وقت کے پیغمبر سموئل سے درخواست کی تھی ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کیجیے کہ ہم اس کے سہارے سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم سے بعید نہیں کہ تم نہ لڑو۔ بولے کہ ہم اپنے گھروں اور بال بچوں سے نکالے جا چکے تو ہمارے لیے اب کون سا عذر ہے خدا کی راہ میں (نہ) لڑیں پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے معدودے چند کے سوا سب پھر بیٹھے اور اللہ تو نافرمانوں کو خوب جانتا ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیا جائے کہ وہ دشمنوں سے جنگ کے وقت ہماری قیادت کرے۔ کیونکہ انھوں نے محسوس کیا کہ اس کے بغیر اب چارہ نہیں ہے۔

حالتِ اطمینان وامن اور رفاہیت میں تو ممکن ہے کہ وہ اپنے ارتفاقات ایک چھوٹی سی جماعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر کے انجام دے لیں لیکن حالت قتال و جنگ اور اضطراب ہو تو تمام کا مرجع ایک بہتر سے بہتر شخص ہونا چاہیے جو حالات کے اقتضاء کے مطابق لوگوں کو لڑائے۔

بنی اسرائیل جنگ کے لیے مجبور ہو گئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ کوئی بادشاہ ایسا ہونا چاہیے جو ہماری قیادت کرے ورگرنہ اس سے پیشتر ان میں ان کے قاضی موجود تھے جو ان کے خصومات اور جھگڑے طے کر دیا کرتے تھے لیکن حالتِ قتال و جنگ میں ضروری تھا کہ تمام کے اختیارات ایک شخص میں ہوں۔ جیسے ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔

جب بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کیا جائے جس کے ساتھ رہ کر وہ فی سبیل اللہ قتال و جنگ کریں تو ان میں سے ایک کو قائم کر دیا گیا کہ دیکھیں یہ ان کے ساتھ رہ کر قتال و جنگ کرتے ہیں یا نہیں؟ بنی اسرائیل نے اس سے عہد و وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ضرور قتال و جنگ کریں گے اور کہنے لگے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ — وہ بولے ہم تو اپنے گھروں اور بال بچوں سے نکالے جا چکے ہیں کوئی عذر نہیں کہ خدا کی راہ میں نہ لڑیں

کسی امت و قوم کو کب قتال و جنگ کا احساس ہوتا ہے؟

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں قتال و جنگ کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی کہ ان کو ان کی آبادیوں سے نکال دیا گیا۔ اور اپنی اولادوں سے دور پھینک دیا گیا ——— اللہ تعالیٰ کے یہ قول:

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۲۴۶ — اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے

اس جملہ سے اشارہ ہے کہ ظالم لوگ بزدل اور بے ہمت ہوا کرتے ہیں۔ اور شجاعت اور بہادری اور دلیری جنگ میں وہی لوگ دکھایا کرتے ہیں جو عادل ہوتے ہیں۔ فی سبیل اللہ قتال و جنگ وہی کیا کرتے ہیں جو عادل ہوتے ہیں۔

ہم بلا ریب و تردد کہتے ہیں کہ جو شخص عزیمت و عزم بننے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ حکومت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکوین اس قانون کے موجب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے اور یہ باور کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہے اور ایسی سعی وہی کرتا ہے جو عادل ہو اور ظلم کو مکروہ جانتا ہو جو امت اپنے اجتماعیہ میں عدل پر قائم ہو ایسی امت یقیناً دنیا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ	اور ان کے نبی نے ان سے کہا اللہ نے تمھاری
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ	درخواست کے مطابق طالوت کو تمھارا بادشاہ مقرر کیا
قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا	اس پر کہنے لگے کہ اس کو ہم پر کیونکر حکومت مل سکتی ہے
وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ	حالانکہ حکومت کے اس سے زیادہ ہم حقدار ہیں کہ اس
وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ	کو تو مال و دولت کے اعتبار سے بھی کچھ ایسی فارغ البالی
قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ	نصیب نہیں پیغمبر نے کہا اللہ نے تم پر حکمرانی کے لیے اس
وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ	کو پسند فرمایا ہے اور مال میں نہیں تو علم میں اور جسم میں
وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَآءُ ۚ	اس کو بڑی فراخی دی اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہے دے
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۲۴۷	اور اللہ بڑی گنجائش والا اور سب کے حال سے واقف ہے

اس آیت میں وہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں جن سے مُلک و بادشاہ کو متصف ہونا چاہیے۔ بادشاہ بننے کی صلاحیت وہی رکھتا ہے۔ جس کو علم و جسم میں بسط حاصل ہو۔ ایسا آدمی ہی بادشاہ ہو سکتا ہے یا ان کا رئیس و سردار ہو سکتا ہے جو علم و جسم رکھتا ہے [۱]۔

جسم کی زیادتی کی شرط اس لیے لگائی ہے عادۃً علم اسی میں زیادہ ہوتا ہے جس کا جسم زیادہ اچھا ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

---

[۱] جن لوگوں نے اس آیت سے حاکم کے اندر شرط علم لگائی ہے حافظ ابن کثیر ہیں۔ اپنی تفسیر میں انھوں نے لکھا ہے اس آیت سے امام جصاص نے ولایت عہد اور شرف نسب کو باطل کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بسطِ جسم سے مراد قوتِ صحتِ تامہ ہے نہ کہ عظم جسم اور اس کا بڑا ہونا مراد ہے کیونکہ عظم جسم تو اس کے لیے ایک وبالِ جان ہوتا ہے۔

اور جن لوگوں نے حاکم کے لیے شرطِ علم کا استنباط اس آیت سے کیا ہے۔ قاضی ابو یعلیٰ نے احکام سلطانیہ میں اور ماوردی شافعی نے احکام سلطانیہ میں کیا ہے۔ کتبہ محمد نور مرشد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

العقل السلیم لا یکون الا فی الجسم السلیم — عقل سلیم نہیں ہوتی ہے مگر جسم سلیم میں ۔ کثرۃ مال کوئی شرط نہیں ہے ۔

قولہٗ تعالیٰ — **خدا کا فرمان!**

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۲۴۸

اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا طالوت کے من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی یہ نشانی مثال ہے ۔ وہ صندوق جس میں تمہارے پروردگار کی بھیجی ہوئی تسلی یعنی نوادات ہے اور نیز موسیٰ اور ہارون جو یادگار چھوڑ گئے ہیں ان کی بچی کچھی چیزیں بھی اسی میں ہیں ۔ اور بے لڑے تمہارے پاس آجائے گا اور فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے ۔ اگر تم ایمان لاتے ہو تو یہی بات تمہارے لیے شان کافی ہے ۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جب کسی امت کا بادشاہ اور حاکم صالح ، نیک اور عادل ہوتا ہے تو امت پر آسمان سے برکتیں اترتی ہیں [۱]

بنی اسرائیل سے تابوت سکینہ " چھین لیا گیا ۔ جب یہ لوگ قتال و جنگ کے لیے آمادہ

---

[۱] خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں خلیفہ نے خزانہ صاف کرنے کا حکم کیا ، خزانہ صاف کرتے وقت خزانے میں ایک تھیلی دستیاب ہوئی ۔ یہ تھیلی کھولی گئی تو اس میں گیہوں اور ایک چھٹی ملی ۔ گیہوں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھے ۔ چٹھی میں لکھا تھا جب تمہارا حاکم اچھا تھا ۔ ایسے گیہوں پیدا ہوتے تھے ۔ اور آج ایسے پیدا ہو رہے ہیں جیسے تم دیکھ رہے ہو ۔ خلیفہ چٹھی پڑھ کر خاموش ہو گیا ۔

آسمان سے برکتیں اسی طرح اترتی ہیں اور اس طرح فراخی و فراخ دستی حاصل ہوتی ہے ۔ آہ آج ہم ایسا حاکم سے لائیں اور فراخی رزق و فراخ دستی کیونکہ میسر آئے ؟

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگئے اور اس بادشاہ پر جوان پر مقرر کیا گیا تھا راضی ہوگئے تو بلا تکلف و مشقت "تابوت سکینہ" ان کے پاس پہنچ گیا جو ان کے دشمن کے پاس تھا۔ ان کے دشمنوں نے تابوت سکینہ کو دو بیلوں کے چھکڑے پر لاد کے بنی اسرائیل کی طرف ہنکال دیا۔ ملائکہ سافل نے ان دو بیلوں کے اندر ایسی تاثیر پیدا کی کہ وہ بنی اسرائیل تک پہنچ گئے۔ راستہ گم نہیں کیا اور سیدھے راستے لگ گئے۔ [1]

توراۃ میں بنی اسرائیل کو تابوت پہنچنے کا واقعہ نقل کیا ہے لیکن اس میں ملائکہ فرشتوں کا ذکر نہیں ہے اس میں صرف یہ بیان ہے کہ تابوت کو بیلوں کے چھکڑے پر رکھا اور بنی اسرائیل کی طرف ان کو ہنکال (ہانک) دیا قرآن میں ملائکہ کا ذکر ہے اور اس چھکڑے کا ذکر نہیں کیا کہ ان دو بیلوں کے چھکڑے پر لاد کر بنی اسرائیل کی طرف ہنکال (ہانک) دیا قرآن میں ملائکہ کا ذکر ہے اس چھکڑے کا ذکر نہیں ہے اس سے وہ لوگ جن کو معلوم نہیں کہ حقیقی تخالف نہیں ہے ہم حکمت امام ولی اللہ کی رو سے جانتے ہیں کہ ملائکہ سافل حیوانات کے قلوب میں ایسی تاثیر پیدا کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہونا ہے پورا ہو کر رہتا ہے چنانچہ امام ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ (باب ذکر ملاء اعلیٰ) کے اندر ایک طویل کلام کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] میں کہتا ہوں اس آیت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب کسی کو نصرۃ اعداء پر نصرۃ و فتح دی جاتی ہے تو دشمن سے سب کچھ چھین لیا جاتا ہے اور جو عدل و انصاف کرتے ہیں ان کو دے دیا جاتا ہے اگرچہ عدل کرنے والے کافر ہی کیوں نہ ہوں جبکہ مومن لوگ ظالم ہوں۔ بنی اسرائیل اپنی لڑائیوں میں تابوت سکینہ سے فتح پاتے تھے۔ جب انھوں نے ظلم شروع کر دیا تو ان سے چھین کر ان کے دشمنوں کو دے دیا گیا۔ پھر جب انھوں نے عدل و انصاف کا عزم کر لیا تو تابوت ان کی طرف لوٹ آیا۔ کتبہ محمد نور مرشد

امام علامہ ابن تیمیہ نے اپنے بعض رسائل میں اس بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

الدولۃ تدوم بالعدل مع الکفر والدولۃ لا تدوم بالظلم مع الاسلام۔

حکومت و دولت عدل سے باقی رہتی ہے گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حکومت ظلم سے باقی نہیں رہتی اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے نیچے ایسے نفوس ہیں جو سعادت میں اگلے فرشتوں تک پہنچے۔ ان کا کمال یہ ہی ہے کہ فارغ بیٹھے ہوئے اس انتظار میں ہوتے ہیں اوپر سے ان پر کیا ترشح ہوتا ہے جب ان پر ترشح ہوتا ہے تو یہ طیور و بہائم کی طرح دواعی طبیعیہ سے اچھلنے کودنے لگتے ہیں پھر یہ قلوب انسانی اور قلوب بہائم میں ایسی تاثیر پیدا کر دیتے ہیں کہ جن سے ان کا ارادہ اور احادیث بھی اس طرف منقلب ہو جاتے ہیں جو امر مراد کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔ انتہی۔

امام ولی اللہ نے ملاء سافل کے حالات میں یہ حکایت فرمائی ہے اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں ملائکہ سافل نے دو بیلوں کے چھکڑے کو جن پر تابوت رکھا ہوا تھا۔ ہنکال دیا یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ یہی معنی خدا کے اس قول کے ہیں تحمله الملائكة

قائد فوج کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو حالات سے باخبر رکھے

قوله تعالیٰ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ
بِالْجُنُوْدِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ
شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ
وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ
مِنِّيْٓ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ
غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا
مِنْهُ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهُ قَالُوْا لَا
طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ

خدا کا فرمان!

پھر جب طالوت فوجوں سمیت اپنے مقام سے روانہ ہوا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا راستے میں ایک نہر ملے گی اللہ اس نہر سے تمہاری یعنی تمہارے صبر کی جانچ کرنے والا ہے تو جو سیر ہو کر پانی پی لے گا وہ ہمارا نہیں ہے اور جو اس کو نہیں پیئے گا وہ ہمارا ہے۔ مگر ہاں اپنے ہاتھ کوئی ایک آدھ چلو بھر لے اور پی لے تو مضائقہ نہیں۔ پس ان لوگوں میں سے محدودے چند کے سوا سبھی نے تو اس نہر میں سے سیر ہو کر پی لیا پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ تھے نہر کے پاس ہو گئے تو جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی کہنے لگے ہم میں تو جالوت اور اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَجُنُوْدِہٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ	لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں اس پر وہ لوگ جن کو
یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ	یقین تھا کہ ان کو خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے بول
کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ	اٹھے اکثر ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت
فِئَۃً کَثِیْرَۃًۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ	بڑی جماعت پر غالب آگئی اور اللہ صبر کرنے والوں کا
وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۲۴۹	ساتھی ہے ۔

یہاں خدا بیان فرماتا ہے کہ ملک اور بادشاہ پر واجب ہے کہ لشکر اور فوج کو وہ باخبر رکھے اور بنی اسرائیل کو نہر کا پانی پینے سے منع کر دیا تھا مگر یہ کہ کوئی چلو دو چلو پی لیں تو کوئی حرج نہیں ہے تو سوائے چند آدمیوں کے سارے لشکر و فوج نے پانی پی لیا۔ پس جب ان لوگوں نے دشمنوں کو دیکھا کہ وہ تو بہت سا لشکر لے کر آئے ہیں۔ تو یہ لوگ ڈر گئے۔ لیکن وہ لوگ جو صالح اور مومن تھے جنہوں نے پانی نہیں پیا تھا۔ وہ سمجھے کہ فتح و نصرت کثرت افواج پر موقوف نہیں ہے۔ فتح و نصرت تو قوت فعالہ منظمہ سے ہوتی ہے۔ پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور اس سے طلب کیا کہ اے خدا تو ہم پر اپنی برکتیں اتار۔ اور اپنے دشمن پر فتح دے ۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ	اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلے
جُنُوْدِہٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا	میں آئے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر
صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا	کی بکھالیں انڈیل دے اور معرکۂ جنگ میں ہمارے پاؤں
عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۲۵۰	جمائے رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہم کو فتح دے ۔

جب مومن لوگ جالوت اور اس کی فوج مقابلہ کے لیے نکلے حالانکہ یہ لوگ بہت ہی کم تھے اور خدا کی جناب میں انتہائی تضرع و زاری کی کہ اے خدا تو ہم کو فتح و نصرت عطا فرما یعنی انھوں نے سبیل حق میں پوری پوری رغبت و توجہ اور پورا پورا عزم ظاہر کیا۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
فَھَزَمُوْھُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۙ۫	پھر ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىہُ اللّٰہُ	اور جالوت کو داؤد نے قتل کیا اور ان کو خدا نے سلطنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۲۵۱

دی اور انتظامی عقل عطا فرمائی اور جو علم و ہنر اس کی مرضی میں آیا ان کو سکھا دیا اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ سے بعض کو کسی حکومت سے نہ ہٹاتا تھا تو ملک انتظام درہم برہم ہو جاتا لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے

حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے خلیفہ حضرت داؤدؑ ان کے بعد حضرت سلیمانؑ تھے بنی اسرائیل میں ان دونوں پیغمبروں کا دور ایک سنہری دور تھا بنی اسرائیل کے تمام دوروں سے بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ حضرت داؤد کو ملک اور جو کچھ انھوں نے چاہا دیا اور جو کچھ اس نے چاہا ان کو سکھایا

پس ارتقاء ارتفاق ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف اسی طرح ہوتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۲۵۲

اے پیغمبر! یہ اللہ کی آیتیں برحق ہیں جو تم پر ہم جبریل حامل وحی کے ذریعے سے پڑھ پڑھ سناتے ہیں۔ اور بے شک تم پیغمبروں میں سے ہو۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو بنی اسرائیل کو پیش آیا وہ تمام آپ کی امت آپ کی قوم کو پیش آئے گا

پھر جب ارتفاق ثانی میں وسعت پیدا ہو گئی تو اس کو ارتفاق ثالث کہتے ہیں۔

تیسرا پارہ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ
وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری دی ان میں سے کوئی ایسے ہیں جن نے ساتھ تو خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجے دوسرے طریقے پر بلند کیے اور مریم کے فرزند عیسیٰ کو ہم نے کھلے کھلے معجزے دیے اور روح القدس یعنی جبرئیل سے ان کی تائید کی اگر خدا چاہتا تو جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے اپنے پاس کھلے ہوئے نشان آئے پیچھے ایک دوسرے سے نہ لڑتے تاہم لوگوں نے ایک دوسرے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۲۵۳

اختلاف کیا تو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ کافر ہوئے اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جب ارتفاق ثالث میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے تو ہر قوم کا بادشاہ جدا جدا ہوتا ہے اور وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور ہر بادشاہ ان میں سے اپنے ملک کا دائرہ وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان لوگوں میں پیغمبر ہوتا ہے جس کی تائید دوسرے پیغمبر کرتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء و پیغمبروں اور ملوک و بادشاہوں سے مختلف امتیں، مختلف فضائل پیدا ہوتے ہیں اور خدا کے اس قول میں:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ م

یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی۔

اسی طرف اشارہ ہے:

اصل یہ ہے کہ انبیاء کرام، پیغمبروں میں فضائل مختلف ہیں اور ان فضائل میں عموم و خصوص کی نسبت ہے مثلاً حضرت موسیٰؑ کو کلام سے خاص کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے ان انبیاء سے زیادہ بڑھا دیے کہ ان کو العلمین یعنی ساری دنیا ساری قوموں کے لیے مبعوث فرمایا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا امام گردانا اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو بینات عطا کیں۔ اور روح القدس سے ان کی تائید فرمائی وغیرہ وغیرہ۔

ان انبیاء کرام میں سے بعض دوسرے بعض سے افضل ہیں بعض ایک وجہ سے افضل ہیں بعض دوسری وجہ سے افضل ہیں اور اس تاثیر انبیاء نے بادشاہوں کو متاثر کیا ان کے اندر مختلف اثرات کیے جن سے مختلف امتیں پیدا ہو گئیں اور ہر قوم نے اپنے اپنے نبی اور پیغمبر کے متعلق ایک عقیدہ قائم کر لیا کہ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں اپنا نبی بہتر ہے اور اس اعتقاد کی بنا پر ان لوگوں نے لوگوں پر جبر و زیادتی اور اپنے اپنے متبعین کی قوت سے اپنی اپنی بادشاہتیں قائم کیں اور قائم کرنے کی کوششیں کیں اور باہم لڑ پڑے۔

اس قتال و جنگ کا سبب بعض انبیاء کی تفضیل تھی اور ایک حکمت تھی کہ خدا اس طرح ایک حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالمیہ بنانا چاہتا تھا۔ اور یہ ایک طور سے دوسرے طور پر ترقی تھی اگر یہ حکمت نہ ہوتی تو یہ باہم قتال و جنگ نہ کرتے اور اسی کی طرف یہ قول خداوندی اشارہ کرتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الآیۃ

اور اگر خدا یہ چاہتا تو یہ لوگ آپس میں اس کے بعد نہ لڑتے۔

جبکہ مسلمان قیام ارتفاق رابع کے لیے مامور تھے اور ارتفاق رابع یہی ہے کہ ساری امتوں کو جمع کرلیں تو واجب تھا کہ ان کو حکم کیا جاتا کہ بہت سا مال صرف کریں اور انفاق وصرف کے لیے لوگوں پر فضائل بیان کرے اس کے بعد اجتماعیہ صالحہ لوگوں میں منتظم ہوگا اور تمام لوگ اس اجتماعیہ میں داخل ہو جائیں گے اور کلمۂ وحدہ پر تمام متفق ہو جائیں گے اور وہ یہی ہے کہ حکم صرف اللہ وحدہٗ یعنی کتاب، قرآن کا ہو اور اسی کی طرف یہ قول خداوندی اشارہ کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۲۵۴

مسلمانو! ہمارے دیے ہوئے میں سے کچھ نیک راہ میں خرچ کریں مگر اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو یعنی قیامت جس میں نہ خرید و فروخت اور نہ یاری وآشنائی نہ سفارش اور جو راہ خدا میں خرچ بند کرکے نعمت کی ناشکری اور کرتے ہیں اور یہ لوگ کچھ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

یہاں کافر سے مراد ظالم ہے اور ظالم وہی ہے جو اجتماعیہ عامہ کے قیام سے روکتا ہے۔

باب پنجم، باب خلافت

اور یہ باب آیۃ الکرسی سے شروع ہوتا ہے اور آخرہ سورۃ تک ختم ہوتا ہے۔

اس سے پہلے ہم نے اس امر کی تقسیم دوسری طرح کی تھی اب ہم دوسری طرح اس کی تقسیم کر رہے ہیں اور اس باب کو اس آیت سے شروع کرتے ہیں جس کے اندر خدا اور ایمان باللہ کا ذکر ہے اور جو حظیرۃ القدس کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

پس ہم باب اخلاق کو اس آیت سے شروع کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ — تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں

اور باب ثانی کو اس آیت سے

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ — اور تمھارا معبود اللہ واحد ہے

اور باب ثالث کو اس آیت سے

لیس البران تولوا وجوھکم — نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ پھیر دو

اور باب رابع کو اس آیت سے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ — اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ زندہ اور

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ — قائم ہے۔

سے شروع کرتے ہیں :

اور باب خامس متقدم ہے باب اثبات حاجت الی نزول القرآن سے۔

جس صحیح نظریہ کو ہم نے باب خلافت میں ثابت کیا ہے تین قسموں میں تقسیم ہوتا ہے

اول : یہ کہ خلافت بغیر جماعت کے قائم نہیں ہوسکتی

دوم : یہ کہ رئیس یا ریاست امم اسی جماعت کے لیے ہوتی ہے۔

سوم : یہ کہ یہی جماعت اپنے لیے رئیس منتخب کرے۔ کیونکہ رئیس کا انتخاب ساری کی ساری امتیں کریں سرے سے جائز نہیں ہے یا یہ کہ اس کی ضرورت نہیں ہے ان کے لیے یہ سزاوار نہیں ہے کہ مسئلہ انتخاب میں مداخلت کریں کیونکہ یہ چیز مشاجرات باہمی اور تزاع اور فساد تک آخر میں پہنچ جاتی ہے۔

——— اور ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اس طرح طے ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کا ہر گروہ اپنی جماعت میں سے ایک ایسے آدمی کو آگے بڑھا دے جو کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کی سیرت سے خوب اچھی طرح واقف ہو اور مصالح خاص کو مصالح عامہ کے مقابلہ میں قربان کرنا جانتا ہو اور اسے لازم اور ضروری سمجھتا ہو ایسا آدمی اس امت اور اس گروہ کا نمائندہ مرکزی جماعت کے لیے منتخب کیا جائے۔ اسی طرح جب ہر امت، ہر گروہ کے مسلم نمائندے جمع ہو جائیں گے تو اس سے مرکز میں ایک صالح جماعت پہنچ جائے گی اور اجتماعیہ نام یعنی تمام مسلم گروہوں کی ہوگی اور ایسی اجتماعیہ امتوں اور گروہوں کے سامنے تنفیذ اوامر کتاب اللہ کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئول اور جواب دہ ہوگی۔

جب مرکز میں یہ نمائندے جمع ہو جائیں تو تمام لوگ اس جماعت پر اعتماد کرلیں۔ کیونکہ یہ جماعت
ی امت کی دوسری امت کے مقابلہ میں کسی کی رعایت نہیں کرے گی بلکہ ان کا مقصد یہ ہوگا تمام کی
ملحت پر اس کی نظر ہو۔ بھیجنے والوں کی حاجت اور قوم کی ہر حاجت کے مناسب نہ ہوگی۔

بعض اوقات اس تکوین جماعت کا داعی ایک شخص اللہ تعالیٰ کی جانب سے متعین ومقرر ہوتا ہے
، اس کی جماعت کی تکوین اور اس کی دعوت اور اس کی تعلیم میں ہے تو تمام امتیں اور قومیں اپنے
م اموریں اس پر بھروسہ کریں گی۔

اور اصطلاح کے مطابق اس جماعت کا نام جمعیتہ مرکزیہ ہوگا لیعنی اسے پارلیمنٹ کہیں گے۔

وئی امت قوی اور مضبوط نہیں ہو سکتی جبتک اسکے پاس مرکزی جماعت نہیں ہے

ہمیں سیاسیات عالم وامم حاضرہ کے حالات معلوم ہیں ہمیں پورا پورا پتہ لگ گیا کہ کسی قوم وامت کو
ے ملک اور اپنی حکومت میں کامیاب نہ پایا۔ جب تک اس امت وقوم نے اس جماعت صالحہ پر
د و بھروسہ نہیں کیا اور اپنے اعمال و امور جو ان کے سپرد کیے ہیں اس پر تکیہ نہیں کیا ——— اب اس
ت کا نام تم برلمان پارلامنٹ رکھو یا جماعت مرکزیہ رکھو۔ نام کی تبدیلی سے حقائق کی تبدیلی نہیں ہوتی
اور جس امت میں، جن لوگوں میں۔ جس قوم میں یہ جماعت اور ایسی جماعت نہیں ہے اس کی دنیا
وئی قیمت نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے اور اپنی تاریخ پر باطل زعم رکھے کہ ایسے ایسے تھے اور یہ یہ کیا
لیکن غور کرنا چاہیے کہ اگلے سب کچھ کر گئے تم نے کیا کیا؟ وہ وہ تھے اور تم تم ہو۔

جب ہمیں اپنے نظریے پر یقین کامل ہو گیا تو اس کے بعد ہم نے کتاب اللہ کو دیکھا اور رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا۔ کا جس پر عمل تھا اس پر غور و تدبر کیا کہ ہمیں اس بارے میں یہاں کیا
ہے؟ تو ہم کو خدا کا یہ قول ملتا ہے:

السابقون الاولون من المهاجرین سابقین اولین مہاجرین اور انصار ہیں اور جو لوگ
نصار الذین اتبعوهم باحسان ان کی اتباع کرتے ہیں احسان کے ساتھ۔

یہ آیت اسی جماعت مرکزیہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس سے ہمیں اطمینان خاطر ہو گیا اور ہمیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری طرح معلوم ہو گیا یہی حضرات تھے جنھوں نے امتوں اور قوموں پر احکام قرآن کو نافذ کیا اور اس میں وہ پوری طرح قائز المرام ہوئے۔ اور یہی حضرات زمین خداوندی پر خدا کے خلفاء تھے

اور یہ جماعت اس امر کی محتاج ہے کہ وہ اپنا رئیس اور سردار آپ منتخب کریں ہم اس رئیس اور سردار کو خلیفہ کہتے ہیں اور زیادہ انسب تو یہ ہے کہ اس کا نام خلیفۃ الخلفاء رکھا جائے۔

اگر رئیس و سردار فوت ہو جائے اور اس کی جگہ دوسرا رئیس و سردار منتخب و متعین کرنے کا وقت آجائے تو امت یعنی عام لوگوں کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ البتہ امت اور لوگوں کو حق ہوگا اس جمعیۃ کے اعضاء وارکان کے انتخاب کا۔ اب وہ امت کی رضامندی سے کسی ایسے آدمی کے لیے جو اس جمعیت میں موجود ہے یا یہ کہ کسی آدمی کو جمعیۃ میں منتخب کرکے بھیجیں۔ اس جماعت کا نام جماعت خلفاء ہم نے رکھا تو یہ ہماری مراد سے زیادہ موافق ہوگا۔

ہم ہمارے رسول و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی شخصیت مانتے ہیں جو سابقین اولین مہاجرین میں تھے اور آپ اپنی حیات و زندگی تک خلیفۃ الخلفاء تھے اس کے بعد اس جماعت نے اپنے لیے حضرت صدیق رضی کو منتخب کرلیا۔ پھر ان کے بعد حضرت فاروق رض کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رض کو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ کا نصب اور اس کا انتخاب اسے معزول کرنا فقط اس جماعت کا کام ہے۔

جب ہم اسلامیہ اور مسلمان تنفیذ اور اوامر الٰہیہ کا قصد رکھتے ہیں تو ان پر واجب ہے کہ ایسی جماعت بنالیں جیسی ہم نے پیش کی ہے۔

ہم نے امم ہندیہ میں ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھا ہے نیز افغانستان۔ توران اور عرب کے مسلمانوں کو دیکھا ہے اور آج تک دیکھتے چلے آتے ہیں کہ یہ سب کے سب اپنے اوپر شرعی سلطنت چاہتے ہیں لیکن انھیں ایسی مرکزی جماعت بنانے کی ہدایت و توفیق نہیں ہوتی۔ نہ اسے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اوامر قرآن کی تنفیذ و اجراء مسلمانوں کے لیے ممکن ہے اگر ہم اس کے لیے وہ کوشش کریں جو عمال کوشش کرتے ہیں لیکن جب ہم عمال جیسی کوشش نہیں کرتے تو جماعت مرکزیہ بننے کی کبھی توقع نہیں۔

اور یہ مایوسی اور نا امیدی امکان تنفیذ اوامر الٰہیہ میں اور عدم اجتہاد، عدم سعی و کوشش سلاطین اور ملوک اور شاہان فجور اور ان کے اعوان علمائے فیین، عیش پسندوں نے پیدا کر رکھی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سورۂ بقرہ کے اس باب کی تشریح اس نظریہ کے مطابق کر رہے ہیں جو ہمارے نزدیک دور حاضر کی سیاست کے مطالعہ سے محقق اور ثابت ہو چکی ہے اور ہم پوری طرح اس کو سمجھ چکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ آج قوت سیاسیہ کا مرجع وہ ہے جس کو امام ولی اللہؒ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں ثابت کیا ہے۔ امام ولی اللہؒ نے "خلیفۃ الخلفاء" کو خلفاء کے مقابلہ میں اقوی اور قوی تر گردانا ہے اور یہ بالکل حق ہے لیکن یہ فقط عہد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر صادق آتا ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے اس بارے میں تسامح سے کام لیا ہے اور اس امر کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے بعد بھی جاری رکھا ہے لیکن ہم ایسا نہیں کہتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جماعت خلفاء خلیفۃ الخلفاء سے اقوی ہے قوی تر ہے اور یہ حضرت فاروقؓ کی خبروں سے خوب واضح ہے حضرت فاروقؓ نے مسلمانوں کی ایک جماعت سے کہا:

مَا رأيكم ان رأيتم فی اعوجاجا؟ — تمہاری رائے میرے بارے میں کیا ہے جب تم میرے اندر کچھ کجی دیکھو۔

توان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا:

نقومك بسيوفنا — ہم اپنی تلواروں سے تمہیں سیدھا کریں گے۔

اس پر حضرت فاروقؓ نے اپنی گردن جھکا دی۔ تو کیا ایسے واقعات کے بعد جماعت کی قوت وطاقت سے آنکھیں بند کر لینا جائز ہوگا؟ بلکہ یہ تو ایک قسم کا ظلم عظیم ہوگا۔

ہم یہاں آخر سورۃ کو مقدم کر دیتے ہیں تاکہ اس معنی کی تعیین و وضاحت ہو جائے اس کے بعد اس چیز کو بیان کریں گے جس کو ہم نے مؤخر کر دیا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ — اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ حکم اور ملک صرف اللہ وحدہ کا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف اس معنی کے غرض سے مبعوث ہوئے تھے اس کے معنی یہ ہیں کہ ساری روئے زمین پر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہوگا۔ آسمانوں اور زمین پر اللہ تعالیٰ ہی حکم جاری ہوگا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حکم نافذ ہوگا۔ آسمانوں اور زمین پر اللہ تعالیٰ ہی کا حکم جاری ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تنفیذ وابراء کی خلاف ورزی کریں گے تو ان سے خاص قسم کا حساب ہوگا، عوام کا حساب ہوگا، ایسا حساب نہ ہوگا۔ اور اسی کی طرف اس قول خداوندی میں اشارہ ہے :

وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے تم اس کو

اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط چھپاتے ہو اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔

یہ آیت خاص خلفاء اللہ فی الارض کے متعلق ہے جب وہ اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھیں گے جو اللہ تعالیٰ کے امر کے خلاف ہے۔ جو کتاب اللہ کے اندر حق امت یا حق فرد ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا حساب لے گا۔

قولہٗ تعالیٰ

فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جسے چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے [illegible]

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا جن کے حسنات ان کی سیئات پر غالب ہوں گے اور ان کو عذاب دے گا جن کے سیئات ان کے حسنات پر غالب ہوں گے۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان!

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۲۸۴ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ دونوں امر پر قادر ہے خواہ ان کو بخش دے خواہ ان کو عذاب دے۔

لیکن عام مومن و مسلمانوں کا مواخذہ اس پر ہوگا کہ وہ کلام کریں یا عمل و فعل کریں۔ اور یہ مواخذہ ملائکہ کے ذریعہ ہوگا اور ملائکہ اور فرشتے وہی لکھا کرتے ہیں جو بندہ کلام کرے یا عمل و فعل کرے لیکن خلفاء فی الارض سے تو وہ خود بخود حساب لے گا

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] کو بہت بھاری معلوم ہوئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ سے زیادہ واقف تھے کہ اگر یہ لوگ اس کو قبول نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کسی کو بھی خلیفہ نہیں بنائے گا کیونکہ یہود منزل و مقام سے گر چکے ہیں اور گمراہ ہو چکے ہیں کہ انھوں نے یہ کہا

سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ہم نے اسے سن لیا اور سن کر خلاف ورزی کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو یہود خلافت عامہ سے محروم ہو گئے

اور آپ کے صحابہؓ نے آپ کا حکم وامر نہایت صمیم قلب سے سُنا اور کہنے لگے:

سمعنا و اطعنا

ہم نے اُسے سن لیا اور ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

صحابہ کا ایک عہد اور ایک میثاق تھا۔ جب وہ اس عہد کو توڑ دیں گے عہد کی خلاف ورزی کریں گے تو ان سے خلافت چھین لی جائے اور اس قول خداوندی کے یہی معنی ہیں یعذب من یشاء یعنی جو قوم جو امت اپنے عہد و میثاق کو توڑ دیتی ہے تو اس سے شرف خلافت چھین لیا جاتا ہے۔ اور تمام مومنین اور تمام پیغمبر ایک جماعت ہیں۔ اور مومن لوگ ہی خلفا ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ الخلفا ہیں تو خلیفہ الخلفاء اور ان لوگوں سے خدا نے عہد و میثاق کیا ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عہد و میثاق میں ان کے شریک ہیں اس کی تصریح اس آیت کے اندر ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

ہمارے پیغمبر محمدؐ اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور پیغمبر کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی یہ سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لانے والے کہ سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور کہتے ہیں ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔

قولہٗ تعالیٰ

اٰمَنَ بِاللّٰهِ

یہ حظیرۃ القدس کا عنوان ہے۔

خدا کا فرمان!

اور وہ اللہ پر ایمان لایا

قولہٗ تعالیٰ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

یہ تصریح ہے شعائر حنیفیہ کے احترام کی۔

خدا کا فرمان!

اس کے پیغمبروں میں سے کسی کو ہم الگ نہیں مانتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں کا امام بنایا ہے تو واجب ہے کہ ہر رسول و پیغمبرؑ کی تصدیق کی جائے خواہ وہ کسی امت کے پاس آئے ہوں اور یہ تمام دنیا کے انبیاء کے متعلق ایمان اجتماعی۔ ہم جس کی دعوت حضرت ابراہیمؑ نے دی ہے۔

ہمارے فقہا میں سے جن لوگوں نے ہی قومیت کا تعصب برتا ہے اور انکار کیا ہے کہ دوسرے انبیاء کی امتیں کبھی فلاح و نجات نہیں پا سکیں گئیں۔ اگر یہ لوگ قرآن حکیم تمسک کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ دین تمام انبیاءؑ کا دین ہے تو ایسا کہنا ان کا حق ہوگا۔ اگرچہ لوگ اس کی تفصیل نہیں جانتے لیکن یہ لوگ اپنے فقہاء کے تعصب کی بناء پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ہم امتوں کا انکار کرتے ہیں کہ ان میں بھی انبیاء آئے ہیں۔

ہم اس قسم کے تعصب کو فقہاء کے قلوب سے نکال دینا چاہتے ہیں اور ہم ان کو علوم حدیث و فقہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس بارے میں وہ امام ولی اللہ کی اتباع کریں جس طرح کہ ہم نے ان کو تفسیر القرآن اور قرآن کی حکمت میں ان کی حکمت کی طرف دعوت دیتی ہے اور اگر کوئی آدمی ایسا نظر آئے جو اس امام کا قائمقام ہو تو ہم اس کو بھی ان کا مساوی تسلیم کرلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی ایمان کی تفصیل اس قول خداوندی میں ہے:

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۲۸۵ — اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی اور تجھ سے بخشش (مانگتے ہیں) اے پروردگار ہمارے اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان حضرت کی دعا قبول فرمالی اور اس کی تصریح مابعد کی آیت میں کردی۔ اور وہ یہ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ط — اللہ کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

عدم تکلیف جو لوگ طاقت نہ رکھتے ہوں ایک "ناموس کلی" ہے اور یہ کبھی مختلف نہیں ہوتا اسی تکلیف کی بناء پر مواخذہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی انسان اپنی مرضی، رضامندی اور اختیار سے کوئی فعل و عمل کرتا ہے تو اس کا نفس اس فعل و عمل کی روح جذب کرلیتا ہے اگر وہ عمل سلیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے تو اس کے لیے ہے ۔ اگر عمل صالح نہیں ہے تو اس پر ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے :

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط جو کچھ جو کرتا ہے اس کے لیے ہے یا اس پر ہے ۔

اور مواخذہ کا دارو مدار اس کام کے ارادہ اور عزم پر ہے اور مومنوں کا عزم ان کی دعاء سے واضح ہو گیا کہ انھوں نے دعا کی :

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھولے سے کر گزریں

اَوْ اَخْطَأْنَا ج یا غلطی کریں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا ۔

اور جو چیز نسیان و خطاء سے سرزد ہو وہ عزم و ارادہ کے تحت نہیں ہوتی اور اس لیے ان کو یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو

كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ گزرے ہیں جس طرح ان پر ان کے گناہوں کی

قَبْلِنَا ج پاداش میں احکام سخت کا بار ڈالا تھا ویسا ہم پر نہ ڈال

اس جملہ سے ہم نے سمجھا اور اطمینان خاطر ہو گیا کہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان پر دو حکومتیں قائم نہ کی جائیں کہ حکومت قرآن ہو ۔ اور دوسرے لوگوں کی حکومت بھی ہو ۔ لیکن جب ہماری حکومت ہم پر ہو تو ہم ہی تنفیذ حکم قرآن اور عدم کے لیے مسئول ہوں تو یہ ہم پر ہو گا ۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان !

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اور جس چیز کی ہم میں طاقت نہ ہو ہم سے نہ اٹھوا ۔

یعنی ہم میں طاقت نہ ہو اور وہ مشقت و تعب اور سخت ترین جہاد و کوشش کے بعد حاصل ہو ایسا امر ہم پر مت لاد اور ہمارے ارتفاق کی سبیل و راہ سہل اور آسان کر دے ۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان !

وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ اور ہم کو معاف فرما اور ہم پر مغفرت فرما اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَارْحَمْنَا — ہم پر رحم فرما

یعنی تکمیل مدارج خلافت عامہ سے نواز

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى — فقط تو ہی ہمارا مولا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں ہے

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۲۸۶ — قوم کافر پر ہم کو نصرۃ عطا فرما

کافر سے مراد معاند ہے[1] اور

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کا ہے

تفصیل ہے اس اشارہ کی جو خدا کے اس قول میں کیا گیا ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج — اللہ وہ ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ — نہیں زندہ اور عالم کا سنبھالنے والا ہے۔

اور آیت الکرسی (۲۵۵) میں خدا نے خلفاء کے ایمان کا مفصل ذکر فرمایا ہے اور حظیرۃ القدس کی تشریح فرمائی ہے۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط — اللہ وہ ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

یہ تجلی اعظم کی تعبیر ہے

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ — زندہ اور عالم کو سنبھالنے والا ہے

حیات عالم کی صورت کبریٰ کی بنا ہے اور مرجع ہے اور القیوم تمام مادہ کا مرجع ہے

---

[1] معاند وہ حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس پر حجۃ قائم ہو چکی ہے۔ اس کے بعد وہ عناد سے اس کی مخالفت کرتا ہے وہ کافر ہے لیکن وہ شخص جس کو دعوت نہیں پہنچی اور وہ حقیقت سے واقف نہیں ہوا تو معاند نہیں ہے۔ وہ کافر ہے۔ دیکھو تاریخ جہمیہ اس آیت کے ضمن میں:

یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا واکثرھم الکافرون

یہ ایک واضح دلیل ہے اس پر۔ محمد نور مرشد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ — نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔

اس سے واضح ہو گیا کہ وہ الہٰ ساری مخلوق سے متباین اور الگ ہے

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط — اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

یعنی ملک اُس کا ہے اور اسی کا حکم آسمانوں اور زمین پر نافذ ہوتا ہے۔

اس جملہ کی تفصیل آگے آتی ہے

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط — کوئی ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں کسی کی سفارش کرے۔

یہ اتمام ملک ہے کہ اس کے اذن و حکم کے سوا کوئی اس سے سفارش بھی نہیں کر سکتا۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج — اور جو کچھ اس کے بعد ہونے والا ہے وہ سب اس کو معلوم ہے اور لوگ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر جتنی وہ چاہے۔

احاطۂ علمی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور یہی موجب اس بات کا ہے کہ ہر شے اور ہر چیز اسی کی ہے

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ — اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے

ہمارے نزدیک عرش اور کرسی دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ کیونکہ عرش کے دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار سے عرش ہے دوسرے اعتبار سے کرسی ہے۔ ہم کسی جسم عظیم کو ایسا فرض کرلیں جو محیط عالم جسمانیہ ہے تو اس کے دو سطح ضرور ہوں گے۔ ایک سطح فوقانی اور دوسرا سطح تحتانی اور ضرور ہے سطح تحتانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سطح فوقانی سے کچھ نہ کچھ کم ہی ہوگا۔ تو ہم سطح تحتانی کو کرسی کہیں اور سطح فوقانی کو عرش کہیں صحیح ہوگا تو ہم نے جو ثابت کیا ہے اس کے مخالف نہیں ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ — اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔

یعنی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے نیز وہ اقوی اور اعظم ہے آسمان اور زمین سے۔ اسی طرح زیادہ قوی ہے جو اس کے اوپر ہے۔ مثلاً تجلی الٰہی جو عرش پر قائم اور پھیلی ہوئی ہے اور اس کو گھیرے ہوئے اور اس پر برابر چھائی ہوئی ہے۔ یہ عرش سے بہت ہی قوی ہے۔

ہم تجلی کی مثال آئینہ سے دیتے ہیں کہ آئینہ کے اندر ہم صورت دیکھتے ہیں تو صورت دکھائی دیتی ہے تو یہ صورت تجلی ہے اور آئینہ عرش ہے۔ سننے والے کو بسا اوقات اس مثال سے ایک خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ تجلی عرش کے مقابلہ میں اضعف و کمزور ہے اور حقیقت اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہاں معاملہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے کہ تجلی قوی تر ہے عرش سے۔ مگر ہم نے یہاں تجلی کو سمجھانے کی غرض سے مثال دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی صفت جس کی عرش پر ہے۔ قوی تر ہے اس صورت سے جو عرش میں ظاہر اور پیدا ہوتی ہے۔ یعنی وہ تجلی جو عرش پر ظاہر ہوتی ہے۔ پھر ذات خدا ہے جو کلمہ اللہ کا مصداق مع یہ تمام صفات سے قوی تر ہے اور قوت ذات جس کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہے۔

انسان پر لازم ہے اسی طریق پر عظمت الٰہی کا تصور کرتا چلا جائے اور اسی کی طرف اس قول خداوندی میں اشارہ ہے۔

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۲۵۵ — اور آسمان زمین کی حفاظت اس پر مطلق گراں نہیں اور وہ بڑا عالی شان اور عظمت والا ہے۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ — دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے۔

پس ملائیت الٰہیہ مومن باللہ امتوں کی مرضی سے بنتی ہے جو مومن امتوں اجتماعیہ ہوگا نہ کہ کافروں کا۔ اور اس اجتماعیہ کا حکم کافر امتوں پر بھی نافذ اور جاری ہوگا۔ اس حکم کا نفاذ واجراء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کافروں پر جبر واکراہ نہیں ہے بلکہ رشد وغی قرآن کی دعوت سے جو فطرۃ انسانی کے موافق ہے خوب اچھی طرح ان پر واضح ہوگیا ہے اور انسان رشید وہ ہے جو قرآن کی اتباع کرے وہی اس سے انحراف کرسکتا ہے جس کی فطرت منحرف ہو جائے۔

اسی بناء پر جب کوئی انسان مجبور کیا جائے اور خلافت اسلامیہ اور اس کے اوامر کے آگے جھکنے کے لیے مجبور کیا جائے تو حکم اکراہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کو اکراہ نہیں کہہ سکتے۔

جن لوگوں نے آیت کی تفسیر کی وہ لوگوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور بے معنی چھوڑ دینے کے برابر ہے کہ لوگ کسی ایسے قانون کے پابند نہ ہوں۔ جس کا رشد و ہدایت وضح ہوئی ہے تو یہ تفسیر، تفسیر نہیں بلکہ قرآن کی تحریف ہے۔

ہم مغرب زدہ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جو یورپ کی تقلید میں سرشار ہیں اس آیت کو بیان کرتے ہیں اور اس آیت کو وہ حریت وآزادی کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں اور حریت وآزادی وہ جو یورپ سمجھتا ہے۔ یورپ کی غرض اس سے یہ ہے کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں نہ آئیں بلکہ ہر مسلمان یورپ کے ہر قانون کے سامنے جو یورپ بنائے اس کے سامنے جھک جائے[1]۔

---

[1] ہمیں نہایت افسوس ہے کہ مغرب زدہ مسلمان کسی بات پر غور کیے بغیر یورپ کی ہر بات پر ایمان لے آتے ہیں بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرسکتے۔ یہاں آیت کے متعلق سوچنا چاہیے کہ یورپ کا مقصد کیا ہے؟ یورپ والوں کے بڑے بڑے کارخانے ہیں ان کارخانوں کے مال کے لیے وہ منڈیاں تلاش کرتے ہیں اور ان منڈیوں کے لیے ہی ایسی ایسی لڑائیاں لڑتے ہیں کہ ساری دنیا ہل جاتی ہے ۱۹۱۴ء کی جنگ وہ اسی لیے لڑے۔ جس میں تقریباً ایک کروڑ انسان ہلاک اور تباہ ہوئے۔ اس قدر انسانوں کی تباہیوں سے کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں اور کتنے بچے یتیم ہوئے۔

اس کے بعد دوسری جنگ عظیم ہوئی جو پہلی جنگ عظیم سے بھی بہت بھیانک تھی اس جنگ میں کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں کتنے بچے یتیم ہوئے اس کا علم خدا کو ہے اور یہ تمام ترخبیث مقاصد کے لیے ہوا۔

پس اگر اسلام اور قرآن کی تبلیغ وتعلیم کے لیے تلوار اٹھاتا ہے تو کیا گناہ ہے؟ کہ قرآن آسمانی دستور ہے فطرۃ انسانی کے عین مطابق ہے اور رشد وغی، ہدایت وضلالت ان پر واضح ہو چکی ہے صرف عناد کی وجہ سے وہ انکار کرتے ہیں اگر مسلمان إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان معاندین کے خلاف شمشیر وسنان اٹھاتے ہیں تو حریت وآزادی کے کس طرح مخالف۔ یورپ کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے مطمئن ہو کر اپنی

بقیہ: اگلے صفحہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج کے متعلق اپنی کتاب فتح الرحمٰن میں لکھتے ہیں :

یعنی نیست جبر کردن برائے دین یعنی جہت اسلام ظاہر شد پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد ہر آئینہ ظاہر شدہ است راہ باز از گمراہی

یعنی دین کے لیے جبر کرنا ، جبر کرنا نہیں ہے یعنی جہت اسلام ظاہر ہو گئی تو گویا جبر کرنا نہ ہوا۔ اگرچہ فی الجملہ جبر ہے کیونکہ سیدھے راستے ان پر گمراہی سے واضح ہو چکے ہیں ۔

اس زمانے میں ہم کسی کو نہیں پاتے کہ اس آیت کی یہ تفسیر کرے ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ یا تو یہ لوگ اوامر و احکام قرآن کے سامنے جھک جائیں یا پھر یہ کہ ہم ان کے دین کے سامنے جھک جائیں اس کے بغیر اجتماعیۃ ناممکن ہے کیا اس کے بغیر اجتماعیہ ممکن ہے ؟

تنبیہ

جب جنگ اول ختم ہوئی ۔ ایک صلح کا نفرنس کرنا مقرر ہوا ۔ ہمارے بھائی اور دوست اس سے بہت خوش ہوئے ۔ لیکن میں یورپ والوں کی غرض اور مقصد سے خوب واقف تھا ۔ اس کانفرنس کی غرض یہ تھی جو کچھ ان لوگوں نے مسلمانوں سے سلب کیا ہے اور جو کچھ غنیمت انھوں نے مسلمانوں اور دوسروں میں پائی ہے اس کو آپس میں تقسیم کر لینا مقصود ہے اور کانفرنس کا حکم مغلوب قوموں پر نافذ اور جاری کیا جائے اور جبراً قہراً ان پر ٹھونک بٹھایا جائے ۔

بقیہ : صفحہ گزشتہ

مکاریوں اور عیاریوں کو جاری رکھیں ۔

غالباً ۱۹۱۹ء میں اجمل خان صاحب نے پرائیویٹ سیکریٹری مولانا ابو کلام مرحوم صاحب مولانا موصوف کی کوٹھی نئی دہلی میں ملاقات کے دوران میں کہا اسلام کا مشن ناکام ہو گیا ۔ میں نے کہا اسلام کا مشن ناکام نہیں ہوا ۔ بلکہ ترک اسلام مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہے نہ کہ اسلام اگر مسلمان اپنے اجتماعیہ کو اسلام کے مطابق چلائیں تو وہ آج بھی کامیاب ہیں ۔

ابو الخلد محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب میں نے اپنے رفیق "مہندر پرتاب" سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے میری بات کا باور نہ کیا اور میری بات کو سخت مکروہ سمجھا ــــــ پھر جب ان دو برس کے بعد ہم سے ملے تو انھوں نے میری رائے کی تصدیق کی۔

عدل وانصاف کا نظام ہی غالب اور کامیاب رہتا ہے

انسان اس فطرۃ پر چلتا رہتا ہے، جو موافق فطرۃ ہے۔ جب دو قومیں بھی اس نظام رشد پر متفق ہو جاتی ہیں تو وہ دوسروں پر غالب رہتی ہیں اور دوسروں سے انسانیت مطمئن نہیں ہے اور وہ آگے اقدام پر قدرت نہیں رکھتی

آج مسلمانوں پر کیا واجب ہے؟

ہم اہل قرآن سے خطاب کرتے ہیں کہ اے گروہ قرآن ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ آج دنیا میں جس قدر نظام، جس قدر پروگرام، جس قدر دستور العمل موجود ہیں اور انسانیت کو ان کو اپنانے کے لیے بتا رہے ہیں۔ ان تمام میں قرآن سب سے زیادہ ارشد، سب سے زیادہ صحیح سب سے زیادہ اوفق اولیٰ، ارفع اور افضل اور بہتر ہے۔ اس کے بعد ہم قرآن پر ایمان لانے والوں کو منظم کریں۔ کوئی قوم کوئی امت بھی کیوں نہ ہو برابر کا شریک وسہیم مانیں ہمارا فرض ہے کہ ہماری نگاہ فقط اس پر ہو کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتا ہے تو ایسی جماعت یقیناً اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں غالب رہے گی۔ انتقام کے طریقہ پر نہیں بلکہ طریقہ ارشاد وتعلیم کے ذریعے، جس طرح کہ اکثر اوقات والد اپنی اولاد پر غالب ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس نظام کے خلاف کھڑا ہو جائے تو صرف اسی کو قتل کر دیا جائے۔

اس وقت میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب یہ عصبیت امم، صلح کانفرنس ہے اور اقامۃ حق کا قصد رکھتی ہے اور اس کے احکام کا نفاذ و اجراء چاہتی تو ان کا فرض ہے کہ ایک عصبیت عسکریہ یعنی فوجی قوت بھی رکھے کہ جو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اسی سے وہ جنگ کرے، یہ تو لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنا ہوا اور غفلت میں ڈال کر کام نکالنا ہوا۔ اگرچہ مغلوب لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لوگوں کے اعلانات کے سامنے جھک گئے ہیں۔

پھر مہندر پرتاب نے سال دو سال کے بعد مجھے کہا کانفرنس کے تمام مفکرین قوت عسکریہ رکھنے کے حق میں ہیں اور اس پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ لیکن انگریز راضی نہیں ہوتا کیونکہ کانفرنس کی باگ دوڑ ان کے قبضہ میں ہے۔

ہماری غرض اس سے یہ ہے کہ کیا خدا کی زمین پر اقامتِ حق، اقامت عدل بغیر استعمال قوت ممکن ہے؟ یہ قطعًا خلاف فطرۃ ہے۔

یعنی لوگوں نے حضرت مسیحؑ اور بودھ کی دعوت کی شرح کی ہے کہ یہ دونوں استعمال قوت سے بالکلیہ روکتے تھے۔ اور سرے سے قوت کا انکار کرتے تھے تو وہ سخت غلطی کر رہے ہیں کلام مسیح اور کلام بودھ کی تحریف کر رہے ہیں۔ ہاں البتہ دعوتِ اجتماع قوت کی طرف قوت سے نہیں ہوئی جب قوت مجتمع ہو جائے تو اس قوت سے دعوت کی تائید اور نصرت حاصل کر سکتے ہیں۔

(جاری ہے)

بے عمل داعی کا انجام

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی، پھر وہ انہیں آگ میں اس طرح لیے پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکی میں پھرتا ہے۔ دوسرے جہنمی لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوں گے اور پوچھیں گے "اے فلاں، یہ تیرا کیا حال ہے؟ کیا تم دنیا میں ہم کو نیکیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے؟ (اس کے باوجود تم یہاں کیسے آگئے؟ وہ شخص کہے گا، میں تمھیں تو نیکیوں کی تلقین کرتا تھا مگر خود ان کے قریب نہیں جاتا تھا اور تمھیں تو برائیوں سے روکتا تھا مگر خود نہیں بچتا تھا۔

(بخاری و مسلم)

© rasailojaraid.com